Lesson 5: Yunus (Ayaat 75- 109): Day 19

سُورَةُ یُونس کی تفسیر

کیا تم اس نبیؐ کی باتوں پہ شک کرتے ہو۔ قرآن پاک میں نبی کریمؐ کو تین مختلف طریقوں سے مخاطب کیا گیا ہے۔ بعض دفعہ نبیؐ کو کوئی بات کہی جاتی ہے اور اس سے صرف نبیؐ ہی مُراد ہوتے ہیں۔ جیسے یَاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ، یَاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ۔ کہیں خاص چیزیں ہوتی ہیں۔ کہیں وحی کے نازل ہونے کی باتیں ہوتی تھیں۔

دوسرا انداز کیا ہوتا ہے کہ کہا نبیؐ کو جاتا ہے لیکن مُراد مخالفین ہوتے ہیں۔ تو یہاں یہ انداز اپنایا گیا ہے۔ مکہ والوں سے کہا گیا کیوں کہ وہ شک کرتے تھے، مومن شک نہیں کرتے، اور نہ اللہ کے نبیؐ کرتے ہیں۔ تیسرا وہ انداز ہوتا ہے کہ جہاں کہا نبیؐ کو جاتا ہے لیکن مُراد نبیؐ بھی ہوتے ہیں اور اُمت بھی ہوتی ہے۔ اور یہ انداز بہت عام ہے۔

تو یہاں کیا بات ہے کہ مکہ والوں سے کہا جا رہا ہے کہ تمہیں شک ہے؟ جب کسی پہ غصہ ہوتا ہے یا ناراضی ہوتی ہے تو اُس سے بات کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ جیسے اللہ نہ کرے اگر آپکی اپنے شوہر سے کسی بات پہ اَن بَن ہو جائے تو آپ ڈائریکٹ مخاطب نہیں کرتے۔ بالکل اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو مکہ والوں پہ اتنا غصہ تھا کہ ان سے ڈائریکٹ خطاب نہیں کیا بلکہ نبیؐ کو کہہ رہے ہیں کہ اگر تم شک کرتے ہو تو پھر بھاگ جاؤ یہاں سے۔ یہ اتنا زبردست انداز ہے کہ اگر غور کریں تو انسان ہل کے رہ جاتا ہے کہ جس بندے کو اللہ کی کتاب پہ شک ہو تو اللہ اُس بندے سے کلام بھی کرنا پسند نہیں کرتا۔

فَإِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْــَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿٩٤﴾

اب اگر تجھے اُس ہدایت کی طرف سے کچھ بھی شک ہو جو ہم نے تجھ پر نازل کی ہے تو اُن لوگوں سے پوچھ لے جو پہلے سے کتاب پڑھ رہے ہیں فی الواقع یہ تیرے پاس حق ہی آیا ہے تیرے رب کی طرف سے، لہٰذا تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو ۔

دھمکی دی جارہی ہے کہ تمہیں اس نبیؐ کی زبان سے قرآن نہیں اچھالگ رہاتو جاؤ پھر مدینہ میں بیٹھے اہلِ کتاب سے سیکھ لو۔ یہ بہت بڑی ڈانٹ ہے۔ کہ اگر تمہیں یہ نبیؐ پسند نہیں، یہ اُستاد پسند نہیں تو پھر جاؤ کسی اور کے پاس جاکے سیکھو۔ جس بندے کو ہدایت بیماری لگنے لگے، اللہ اُس بندے کو کہتا ہے چلے جاؤ یہاں سے۔ پھر اللہ اپنے نبیؐ کو تسلیاں دیتے ہیں کہ اے نبیؐ یہ آپؐ پہ شک کرتے ہیں، آپؐ کی بات کو اہمیت نہیں دیتے تو اب آپؐ اس کی وجہ سے کسی احساسِ کمتری میں نہ چلے جایئے گا۔ آپکے پاس اپنے رَب کی طرف سے حق ہے۔ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ۔ آپ نہ شک کریئے گا۔ یہ آخری بات پھر مکہ والوں کو سُنائی گئی ہے۔ کیونکہ الْمُمْتَرِ وہ تھے۔ نبیؐ نہیں تھے۔ وہ شک کر رہے تھے۔ تو یہ کہہ کر نبیؐ کو تسلی دی گئی کہ آپؐ انکے جُھٹلانے سے کسی قسم کے کمپلیکس میں نہ آئیں۔

وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٩٥﴾

اور ان لوگوں میں نہ شامل ہو جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا ہے، ورنہ تو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔

پہلی چیز شک تھی۔ سب سے پہلے دل میں شک آتا ہے۔ یہاں تو ہدایت کی باتیں ہیں لیکن آپ رشتوں میں دیکھ لیں، تعلقات میں دیکھ لیں، سب سے پہلے شک کا کیڑا دل میں آتا ہے۔ تو بگاڑ شروع ہو جاتا ہے۔ جب دین یا ہدایت کے معاملے میں کسی کے دل میں شک آتا ہے تو یہ "صراطِ مُستقیم" سے اُتر کے "سبیل الغیی" پہ چڑھنے کا نقطۂ آغاز ہوتا ہے۔

سورۃ الاعراف میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ کچھ لوگ ہیں اُنہیں سبیل الرشد ملے تو نہیں آتے لیکن اگر سبیل الغیی ملے تو چل پڑتے ہیں۔ اگلا مرحلہ کیا ہے یَکذِبُون، تکذیب۔ یہ دوسرا درجہ ہوتا ہے۔ تکذیب کا معنی ہے جُھٹلانا، ایسے ہی کیڑے نکالنا۔ جیسے آپ کو جس پہ شک ہوتا ہے تو راہ جاتے آپ اُس پہ تنقید کرتے ہیں۔ یَکذِبُون، کو آپ تنقید بھی کہہ سکتے ہیں تو دوسرا مرحلہ کیا ہے کہ تنقید شروع ہو جاتی ہے۔ سامنے آ کے منہ پہ تو کچھ نہیں کہتا لیکن دوسروں میں باتیں کرتا ہے۔ اصل میں وہ اپنے اندر کا Guilt دور کرتا ہے۔ اپنی خِفت کو مٹاتا ہے۔ جب انسان راستہ بدلتا ہے تو پھر دوسروں میں سچا ہونے کے لیئے اُنکی باتوں پہ تنقید کرتا ہے۔ یہ راستہ ہوتا ہے كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ کا۔ اس کا نقصان کیا ہے؟ الْخٰسِرِيْنَ۔ بینک کرپسی!!! یہ کیسے ہوئی؟ وہ جو ہر روز نامہ اعمال میں نیکیوں کا اضافہ ہو رہا تھا، اب نقصان میں بدل گیا۔ انسان اُس خسارے کو خود تو محسوس نہیں کرتا لیکن اندر سے خالی ہوتا جاتا ہے۔ جب انسان بھاگ رہا ہوتا ہے تو شروع میں کبھی نہیں ہوا کہ ایک دَم رُک جائے بلکہ پہلے رفتار آہستہ کرتا ہے پھر آہستہ آہستہ اندر کے راستوں سے ہو کے اپنی جگہ پر پہنچتا ہے۔ تو ہدایت سے اُترنے کا سفر بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ پہلے وقت پہ آتا ہے، اب بے وقت آنے لگا، کبھی چھُٹی نہیں کی

تھی، اب چھُٹیاں کرنے لگا۔ پہلے لکھتا تھا، پھر لکھنا چھوڑا، پہلے ٹیسٹ دیتا تھا، اب ٹیسٹ دینا چھوڑا،
ہوتے ہوتے اَلْخٰسِرِيْنَ میں شامل ہو جاتا ہے۔ اب اگلا مرحلہ آیت 96

اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٩٦﴾

حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں پر تیرے رب کا قول راست آگیا ہے ان کے سامنے خواہ کوئی نشانی آ جائے ۔

ایسے لوگ؛ کون سے لوگ؟ جن کے دل میں پہلے شک آیا، پھر تنقید کی، تکذیب کی، خسارہ ہوا، نیکیوں کے مواقع کم سے کم، کم سے کم ہوتے گئے تو ایسے لوگوں پر تیرے رَب کی بات سچ ہو گئی۔ جس کو آپ کہتے ہیں کہ ان پر prove ہو گیا۔ کیا؟!!!

لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان نہیں لائیں گے۔ یہ ہے آخری نتیجہ۔ جو سفر "شک" سے شروع ہوتا ہے وہ لَا يُؤْمِنُوْنَ پہ ختم ہوتا ہے۔ پھر انسان ایمان کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اسکی وجہ مکہ والوں کی ضِد تھی، ہٹ دھرمی تھی۔ اور یہ قانونِ خداوندی ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى تم جدھر پھرو گے ہم اُدھر تمہارا پھرنا آسان بنا دیں گے۔ ہم، ہمارے گھر والے، ہمارے بچے چیزوں کو جس scenario میں دیکھتے ہیں پھر اُسی میں دیکھنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ اسکا نقصان یہ ہوتا ہے کہ اللہ اُنکے دلوں پہ آخری مہر لگا دیتا ہے۔

وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٩٧﴾

وہ کبھی ایمان لا کر نہیں دیتے جب تک کہ دردناک عذاب سامنے آتا نہ دیکھ لیں ۔

وَلَوۡ جَآءَتۡهُمۡ كُلُّ اٰيَةٍ اگر ان کے پاس ساری آیات آ جائیں، اللہ کی قدرت کی ساری نشانیاں آ جائیں، حجتیں تمام ہو جائیں، انکے سارے عُذر دُور بھی ہو جائیں، انکی ساری مجبوریاں ختم بھی ہو جائیں، انکے سارے شک دور بھی کر دیئے جائیں لیکن پھر بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ بڑا عذاب نہ دیکھ لیں۔ یہ اللہ کا اتنا زبردست قانون ہے کہ دعا کیجیئے اللهم لا تجعلنا منهم۔ اللہ ہماری نسلوں کے ساتھ بھی ایسا نہ کرنا کیوں کہ جب انحراف ہوتا ہے تو اللہ کہتا ہے جیسے فرعون دردناک عذاب دیکھ کے بولا تھا کہ میں موسیٰؑ کے رَب پر ایمان لایا، اسی طرح پھر انسان پلٹتا ہی جاتا ہے۔ اور اُس دردناک عذاب کی وجہ سے اللہ کی پکڑ میں آتا ہے۔

اَب اسکی ایک عملی مثال ہے۔ پیچھے فرعون کے ڈوبنے کی بات تھی۔ چالیس سال کی کوششیں، بالآخر بدعائیں، قوم کی تربیت کچھ بھی فرعون کے کام نہیں آئی۔ کیونکہ دل میں خیر نہیں تھی۔ اب یہاں قومِ یونس کا قصہ ہے۔ اسکا تھوڑا سا بیک گراونڈ سمجھ لیں کیونکہ اسی پہ اس سورۃ کا تھیم ہو سکتا ہے۔

آخر میں دو آیتیں حضرت یونس کے نام کر دیں لیکن اس میں بات بہت بڑی ہے۔ اور وہ کیا کہا اللہ تعالیٰ مہلت دیتے ہیں۔ کچھ لوگ مہلت کی بالکُل آخری گھڑیوں میں بھی پلٹ آتے ہیں۔ قومِ یونس ایسی تھی۔ حضرت یونس 'نینوا' نام کی بستی کی طرف مبعوث ہوئے۔ "نینوا" لفظ نبی کریمؐ کی سیرت میں بھی ملتا ہے۔ جب آپؐ نے طائف کا سفر کیا، اس سوچ کے ساتھ کہ چلو مکہ والے تو نہیں مانتے لیکن طائف والے پڑھے لکھے لوگ ہیں شائد مان جائیں لیکن اُنہوں نے آپؐ کو اتنا ستایا کہ پتھر مارے، بچوں کو پیچھے لگایا اور اپنی بستی سے نکال دیا۔ تو آپؐ ایک باغ میں بیٹھے تھے، پاؤں سے خون نکل رہا تھا، بھوکے اور پیاسے بھی تھے۔ وہاں ایک غلام تھا، اُسکو آپؐ پہ رحم آیا۔ کہتے ہیں کہ باغ کے مالک کو ترس

آ گیا کہ یہ بندہ اتنی دور سے آیا ہے اور ہم نے اسکے ساتھ اتنا بُرا سلوک کیا ہے۔ تو اُنہوں نے اپنے باغ میں سے ایک خوشہ اُتارا اور نبیؐ کو اُس شخص کے ہاتھ بھیجا۔ اُس نے آپؐ کو انگور پیش کیئے۔ اب نوٹ کریئے گا کہ نبی کریمؐ نے یہاں یہ نہیں کہا کہ لے جاؤ واپس، بھوکا رہ جاؤں گا پر تمہارا دیا نہیں کھاؤں گا۔ آپؐ نے کہا بِسمِ اللہ نبیؐ نے جیسے ہی یہ الفاظ ادا کیئے وہ غلام کہنے لگا کہ آپؐ نے تو وہ کلمہ کہا ہے جو میں نے پہلے سُنا ہوا ہے۔ قصہ مختصر کہ آپؐ نے پوچھا تم کس بستی سے ہو تو کہنے لگا میں نینوا کا رہنے والا ہوں۔ آپؐ نے کہا میرے بھائی یونس کی بستی۔ اُس شخص نے پوچھا کہ آپؐ یونسؑ کو کیسے جانتے ہیں۔ تو آپؐ نے بتایا کہ میں اور یونس اللہ کی طرف سے ایک ہی پیغام دینے والے ہیں۔ تو اُس شخص نے اُسے وقت کہا اشھَدُ ان لا الہ الا اللہ۔۔۔۔۔۔۔۔

حضرت یونسؑ کو قوم کے لیئے بھیجا لیکن قوم اتنی بدنصیب کہ آپکی دعوت پہ ایک بھی بندہ اسلام قبول کرتا نہیں دِکھتا۔ قوم اڑی ہوئی ہے۔ اتنی کٹ حجت ہو گئی کہ اللہ کی طرف سے فیصلہ ہو گیا تھا کہ حضرت یونس کی قوم کو تباہ کر دیا جائے۔ جیسے پچھلی قوموں کے ساتھ ہوا۔ اب یہاں ایک بہت باریک بات ہے اور وہ کیا کہ ابھی اللہ نے حضرت یونسؑ کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ انکو کہہ دو کہ عذاب آئے گا۔ پیچھے نبیوں کے قصوں میں آپ نے پڑھا کہ وہ اپنی قوم کو کہہ کے گئے تھے کہ تین دن میں عذاب آئے گا۔ جیسے قومِ صالح تھی۔ حضرت صالحؑ کہہ کے گئے تھے کی اگلے تین دنوں میں عذاب آجائے گا اور واقعی جب تین دن بعد صُبح اُٹھے تو اُن کے چہرے سُرخ ہو چکے تھے۔ دوسرے دن چہرے پیلے اور تیسرے دن سیاہ ہو گئے اور عذاب آ گیا۔ اِدھر کیا ہوا، ابھی اللہ تعالیٰ نے حضرت یونسؑ کو نہیں کہا لیکن حضرت یونسؑ خود ہی دین کی محبت کے جوش میں جب قوم کو غلط کام کرتے دیکھا تو کہا کہ میں

تمہیں چھوڑ رہا ہوں۔ اور اپنے پاس سے کہہ گئے کہ تین دن بعد تم پہ عذاب آجائے گا۔ آپ دیکھیں کہ عذاب کے فیصلے ہو چکے تھے لیکن نبی کو ابھی اجازت نہیں ملی تھی کہ اس فیصلے کو declare کرے۔ اس میں ایڈ منسٹریشن کا اتنا بڑا نقطہ ہے کہ جب ایک بات کھولنی نہیں تو کیوں کہیں۔ حضرت یونسؑ نے قانون توڑا۔ یہ بستی سے نکلے، ایک کشتی ملی اُس میں سوار ہو گئے اور اُس میں بیٹھ کے چلے گئے۔ قوم کو یہ پتہ تھا کہ نبی کی بات سچ ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت یونسؑ کو تو کشتی کے بھنور میں پھنسا دیا۔ آپ آگے سورۃ الانبیاء میں پڑھیں گے۔ اور جگہوں پہ بھی ذکر آئے گا۔ وہ معاملہ اِدھر نہیں ہے۔ یہاں یہ معاملہ ہے کہ اُدھر حضرت یونسؑ بستی سے نکلے تو قوم کے ساتھ کیا ہوا۔

یہ جو آج ہم نے اپنے عقیدے خراب کیے ہوئے ہیں کہ جو اللہ چاہے اور جو اللہ کا نبی چاہے۔ اللہ کے پکڑے کو چھڑائے محمدؐ۔ یہاں دیکھیں کہ حضرت یونسؑ نبی ہیں، تبلیغ کر چکے ہیں۔ ابھی اللہ نے نہیں کہا اور اپنے پاس سے قوم کو عذاب کی دھمکی دے گئے۔ ایک بات یہ ہو سکتی تھی کہ اللہ تعالی عذاب دیتے ہی نہ۔ تو قوم کیا کہتی، نعوذُبِاللہ ثُمَّ نعوذُباللہ حضرت یونس جھوٹ بول کے چلے گئے۔ لیکن اللہ اپنے بندوں کو جھوٹا نہیں کرتا۔ جس نے اللہ کے نام پہ اپنی زندگی لگا دی، کسی موقع پہ وہ اللہ سے لاڈ بھی کر لے تو اللہ اُسکا وہ لاڈ سچ کر دیتا ہے۔

یہ حدیث کا خلاصہ ہے کہ کچھ لوگ دینا میں ایسے ہیں کہ دنیا والوں کی نظر میں اُنکی کوئی اوقات ہی نہیں ہے۔ دعوت کریں تو اُنکو نہ بُلائیں، وہ کسی کی دعوت کریں تو سوری کہہ دیں، وہ شادی کریں تو انکے گھر کوئی نہ آئے، رشتہ کریں تو کوئی رشتہ نہ دے لیکن اللہ کی نگاہ میں اُنکی اتنی وقعت ہے کہ اگر وہ اللہ کے نام پہ کوئی قسم کھا دیں تو اللہ اُنکی قسم پوری کرنے کے لیئے فرشتوں کو کہتا ہے کہ جاؤ یہ کام پورا کر

آؤ۔ سیرت میں ایسے لوگوں کے واقعات ہمیں ملتے ہیں۔ اصل مقام "اللہ" کی نظروں میں بنائیں۔ اللہ نے حضرت یونسؑ کو جھوٹا نہیں کیا۔ کیا کِیا؟ کہ عذاب کے اثرات شروع کر دیئے، کالی آندھیاں، ہوئیں چلنے لگ گئیں۔ لوگوں کو سمجھ آگئی کہ عذاب آنے والا ہے۔ جو نہی وہ اثرات پیدا ہوئے، قوم نے سب سے پہلے اپنے گھروں سے بُت توڑے، نافرمانیوں والی چیزیں توڑیں، جنگلوں میں گئے اور جا کے زمین پہ سر رکھ کے رونے لگے۔ جب اُنہوں نے اپنی حالت بدلی، اللہ تعالیٰ نے اُنکی حالت کو سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ اچھا توبہ کرتے ہو، جاؤ میں نے تمہیں معاف کیا اور عذاب ٹال دیا۔

عذاب کے سارے اثرات ختم ہو گئے۔ قوم محفوظ ہو گئی۔ قوم سمجھی کہ عذاب آنا تھا ہماری توبہ سے ٹلا۔ لیکن اصل بات یہ تھی کہ عذاب آنا ہی نہیں تھا، یہ اثرات حضرت یونسؑ کو سچا ثابت کرنے کے لیئے آئے۔ اور حضرت یونس کو اُنکی جلد بازی کی وجہ سے مچھلی کے پیٹ میں ڈال دیا۔

کبھی سوچیں کہ ہم نے کیا زندگیاں بسر کی ہیں۔ ہمارے لیئے تو لفظ "اُجڈ" بھی چھوٹا ہے۔ لائق بہت ہیں لیکن کبھی فہم و فراست میں خود کو ڈال کے دیکھیں تو اپنے ہی دو چار بچوں کو ڈیل کرنا نہیں آرہا تو دنیا کو کیا ڈیل کریں گے۔ یہاں اس چیز کا ذکر ہے۔ قومِ یونس وہ واحد قوم ہے کہ جس کے لیئے اللہ کی یہ سُنت ٹوٹتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے اور وہ سُنت کیا ہے کہ ایک دفعہ جب اللہ کے عذاب کا فیصلہ Declare ہو جائے، نبیوں کی زندگی میں حُجت ہوتی ہے کہ اُنکو بُلاتے ہیں، اَنذِر، اَنذِر، آجاؤ بھلائی کی طرف۔ پھر جب نہیں آتے اور عذاب کے اثرات شروع ہو جائیں تو پھر اللہ کہتا ہے، اب نہیں چھوڑوں گا۔ بدر میں بھی ایسا ہی ہوا اور پچھلی قوموں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ لیکن اس قوم کے ساتھ کیا ہوا جسکا ذکر اوپر ہم پڑھ چُکے۔

تو پتہ کیا چلا کہ نبی مختارِ کُل نہیں ہوتے۔ اللہ کے حکم میں بندھے ہوتے ہیں۔ جب تک اللہ کا حکم نہ ہو نبی بھی بستی کو نہیں چھوڑ سکتے۔ آپکو سورۃ انفال یاد ہونی چاہیئے۔ ہجرت کی راہیں۔ مسلمان مکہ سے ایک ایک کر کے جاتے جارہے ہیں لیکن نبی اللہ کے حکم کا انتظار کر رہے ہیں اور جب حکم ملا تو حضرت ابو بکرؓ کے گھر گئے اور کہا کہ آپکو بھی حکم ملا ہے۔ اُنہوں نے بھی دو اُونٹنیاں تیار کی ہوئی تھیں۔ پوچھا اللہ کے نبیؐ مجھے بھی آپ کے ساتھ حکم ملا ہے یا نہیں، کہا آپکو بھی مل گیا ہے۔ پھر دونوں خوشی خوشی ہجرت کر گئے۔

ہم کیوں اتنی منہ ماریاں کرتے ہیں۔ ہم اپنے اوپر کسی پابندی کو لینے کو تیار نہیں۔ آج مسلمانوں کا زوال اس لیئے نہیں ہے کہ وہ نمازیں نہیں پڑھتے، پڑھتے ہیں ٹوٹی پھوٹی۔ روزے بھی رکھتے ہیں، زکوٰۃ بھی دیتے ہیں لیکن ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم اپنی مرضی نہیں چھوڑتے۔ سو فیصد اللہ کی مرضی اپنے اوپر نہیں لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ میں ہمیں بتادیا کہ جب آپ اپنے معاملات کو ٹھیک کر لیں گے، اللہ آپکو مہلت دے دے گا۔

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۚ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٩٨﴾

پھر کیا ایسی کوئی مثال ہے کہ ایک بستی عذاب دیکھ کر ایمان لائی ہو اور اس کا ایمان اس کے لیے نفع بخش ثابت ہوا ہو؟ یونسؑ کی قوم کے سوا (اس کی کوئی نظیر نہیں) وہ قوم جب ایمان لے آئی تھی تو البتہ ہم نے اس پر سے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب ٹال دیا تھا اور اس کو ایک مدت تک زندگی سے بہرہ مند ہونے کا موقع دے دیا تھا۔

کیا پتہ چلا حضرت یونسؑ کی غلطی قوم کے لیئے خیر کا ذریعہ بن گئی۔ آج کی زُبان میں کہہ لیں کہ یونس کا کریڈٹ قوم کا ڈیبیٹ بن گیا۔ بعض دفعہ اللہ حکمرانوں یا بڑے لوگوں سے جو غلطیاں کرواتا ہے وہ عوام کے لیئے خیر بن جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ اُنکو پکڑ کے اِن کو چھوڑ دیتا ہے۔ اب اس آیت کو آج کے حالات پہ لیجیئے۔ کیا قومِ یونس والے حالات آج کی اُمت کے نہیں ہیں؟ گھروں میں بُت، دلوں میں بُت، خواہشات، تمنائیں ہیں۔ اس آیت پہ علماء کہتے ہیں کہ جب قومیں اجتماعی عذاب کا شکار ہوں تو اُس وقت اجتماعی توبہ کی ضرورت ہے۔ آج نبی نہیں ہیں تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ فلاں زلزلہ عذاب تھا کیونکہ نبی کا وحی کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ لیکن ہم یہ تو کر سکتے ہیں کہ جب اس طرح کے حالات آ جائیں تو پوری قوم اجتماعی توبہ کرے۔ اگر ایک کام ایک انسان کرے تو اُس سے بھی فرق پڑتا ہے لیکن جب کوئی کام سب مل کے کریں تو زیادہ اثر ہوتا ہے۔ جب ایک بندہ حکومت کے خلاف بولتا ہے تو اُسے چُپ کروا دیا جاتا ہے لیکن جب پچاس لوگ مل کے پروٹیسٹ کرتے ہیں تو پھر حکومتیں سوچتی ہیں۔ کبھی آپ نے سُنا کہ سیلاب یا زلزلے کے بعد لوگوں نے بڑے بڑے بِل بورڈز توڑ دیے، شراب کی دُکانیں بند ہو گئیں، سگریٹ بیچنا چھوڑ دیے، سب فحاشی کے کام چھوڑ دیے۔ یہ نہیں ہوتا تو یاد رکھئے پھر ہم نے ایک اور مہلت چھوڑ دی۔

یہ واقعہ ہم سورۃ صَفّات میں تفصیل کے ساتھ پڑھیں گے۔ پھر اللہ نے اس کے بعد کیا کِیا؟ حضرت یونس واپس قوم کی طرف آئے، نئے جوش اور نئے ایمان کے ساتھ قوم کو دوبارہ دعوت دی اور سوا لاکھ لوگ ایمان لائے۔ (سبحان اللہ)۔ کچھ کوششیں آغاز میں بالکل پھلتی پھولتی نہیں دِکھتیں لیکن بعد میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہت برکت دیتا ہے۔

حضرت یونسؑ نے اسے اپنی اناء کا مسئلہ نہیں بنایا کہ اللہ تعالیٰ میں نے آپکے دین کی اتنی خدمت کی تھی آپ نے پکڑ کے مجھے مچھلی کے پیٹ میں ڈال دیا۔ ہم تو گلہ شکوہ، رونا دھونا ڈال دیتے ہیں۔ اگر آپ کوئی نیکی کا کام کر رہے ہیں۔ اس کے بعد اگر تو اچھے دن آجائیں تو اس میں آپکی نیکی کا کوئی کام نہیں اور اگر خُدانخواستہ بُرے دن آجائیں تو بھی اس میں آپکی نیکی کا کوئی کام نہیں۔ نیکی کرنے کے بعد اگر آپکو اللہ سے کوئی نعمت ملے یا آپ کسی آزمائش کا شکار ہوں اسکا آپکی نیکی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ نیکی کرنے کے بعد جب خیر ملتی ہے تو ہمارا نیکی پہ جمنا آسان ہو جاتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں دیکھا، نمازیں شروع کی ہیں تو گاہک زیادہ آنے لگ گئے ہیں۔ اور اگر پتہ چلے کی نمازیں شروع کیں تو سیل اور کرُک گئی تو انسان پریشان ہوتا ہے۔ تو یہ ہمارے حوصلوں کی بات ہے۔ اللہ نے وَمَتَّعۡنٰهُمۡ اِلٰى حِيۡنٍ دوبارہ اُنکو فائدے دیئے۔

شائد اسی لیئے جو سوا لاکھ لوگ ایمان لائے اُسے لوگوں نے سوا لاکھ آیت کریمہ میں بدل دیا۔ آیت 99 میں اب اللہ تعالیٰ اپنے بنیادی اصول بتاتے ہیں۔ سورۃ کا اختتام بہت خوبصورت ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ حُجت تمام ہوئی۔ اللہ کسی سے نہیں ڈرتا اگر اللہ پہلے ہی لوگوں کو آگ میں پھینک دے تو کوئی ظلم نہیں ہے لیکن اللہ نبیوں کو بھیجتا ہے، کتابوں کو، ہدائیت کو بھیجتا ہے، دین کی بات کرنے والوں کو بھیجتا ہے۔ یہ لوگوں کے اوپر حُجتیں تمام ہوتی ہیں۔

وَلَوۡ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنۡ فِى الۡاَرۡضِ كُلُّهُمۡ جَمِيۡعًا‌ؕ اَفَاَنۡتَ تُكۡرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ‏ ﴿۹۹﴾

اگر تیرے رب کی مشیت یہ ہوتی (کہ زمین میں سب مومن و فرمانبردار ہی ہوں) تو سارے اہل زمین ایمان لے آئے ہوتے پھر کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ مومن ہو جائیں؟

اللہ کے نبی کی حرص کیا تھی کہ سب ایمان لے آئیں۔ سورۃ کہف میں آپ پڑھیں گے کہ "آپؐ اپنے آپ کو ہلاک کر لیں گے اس فکر میں کہ یہ ایمان کیوں نہیں لاتے"۔ سورۃ الانعام میں ہم یہ بات بڑی شدت سے پڑھ چکے ہیں کہ نبی کی خواہش بتائی کہ سب لوگ ایمان لے آئیں۔ اللہ کے لیئے کیا مشکل ہے۔ جس طرح سب کے دل دھڑک رہے ہیں، پلکیں خود بخود جھپکتی ہیں۔ جسم کا سارا نظام اپنے آپ چل رہا ہے تو کیا یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ جیسے ہی اَذان کی آواز آئے مردوں کے قدم خود بخود مسجد کی طرف اُٹھنے لگیں۔ کیا یہ ممکن تھا کہ عورتیں خود بخود نماز کے لیئے جُھک جاتیں۔ ممکن تھا۔ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا۔ میں سب کے دلوں میں ایمان ڈال دیتا، سب متقی، پرہیز گار، فرشتے بن جاتے۔ جیسے فرشتے تو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ سورۃ تحریم کی آیت چھ (6) میں آتا ہے فرشتے تو اللہ کے حکموں کو مانتے ہیں۔ اُن کو جو حکم دیا جاتا ہے وہ اُس کو مانتے ہیں۔ تو جو کام اللہ فرشتوں سے کروا سکتا ہے کیا وہ بندوں سے نہیں کروا سکتا۔ سوال ہے کہ ایسا کیوں نہیں کیا؟

تو اس کا جواب کیا ہے خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۔ پھر امتحان کا مقصد ختم ہو جاتا۔ یہ تو ایسے ہی ہے کہ کمرۂ امتحان میں بیٹھے ہر سٹوڈنٹ کو سو فیصد پرچہ حل کرنا آجاتا۔ اُسکا قلم چلنے لگتا۔ ہر آیت وہ ٹھیک ٹھیک لکھتا۔ مقصد یہ تھا کہ دیکھا جائے کہ کس نے کتنا سمجھا تو یہ زندگی ایک امتحان ہے۔ اللہ ہم سب کو آزما رہا ہے۔ ہاں نبیؐ کو یہ تسلی دی جا رہی ہے کہ آپؐ نے اپنا کام پورا کیا۔ آپ اسکی پرواہ نہ کریں کہ لوگ آپکی بات مان رہے ہیں یا نہیں۔ لوگوں کو ہدایت دینے یا نہ دینے

کا معاملہ آپکا نہیں ہے۔ آپ "الھدٰی" نہیں ہیں، یہ ہمارا کام ہے۔ اَفَاَنۡتَ تُكۡرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ۔ پھر کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ مومن ہو جائیں؟

یہ ساری باتیں اللہ کی نبی کے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیئے کہی جارہی ہیں۔ ہر وقت دعوت و تبلیغ میں مشغول۔ پھر اندیشہ کیا تھا کہ کہیں مجھ سے کوئی کمی نہ رہ جائے اور یہ اندیشہ آپکو بھی ہونا چاہیئے۔ ہر روز سونے سے پہلے اپنے آپ سے پوچھیں کہ میرے کسی عمل، کسی جُملے، کسی شدت یا میری کسی نرمی کی وجہ سے تو لوگ دین سے دور نہیں ہو رہے۔ یہ بہت بڑا غم ہوتا ہے۔ یہ فکر نہ کریں کہ لوگ نہیں آ رہے بلکہ یہ سوچیں کہ میرا عمل طزیہ تو نہیں۔ اور اگر ہم ایسے رویے رکھیں گے تو وہ لوگ جو پہلے ہی ہدایت سے دور ہونا چاہ رہے تھے تو اُنہیں حُجت دے دیں گے، کہ وہ کہیں کہ میں آپکی ان باتوں کی وجہ سے نہیں آؤں گی۔ حالانکہ اگر وہ نہیں آتے تو اُنکا اپنا نقصان ہے۔ ہمارا عمل کیا ہونا چاہیئے، خاموش، بہت زیادہ محتاط۔ لوگوں سے کم تعلقات رکھیں۔ بے تکلفیاں چھوڑ دیں۔ ہمارا یہ رویہ آپس میں ایک دوسرے سے لڑوا دیتا ہے۔ آپ سب قرآن کے ساتھی ہیں، آپکا دل ایک ہے لیکن پھر بھی آپس کی بے تکلفی ایک دوسرے کا دل توڑتی ہے۔ جسکو آپ بہت بڑی بدگمانی سمجھتے ہیں۔ گاڑی کو بہت احتیاط سے چلایا جاتا ہے، کبھی بے تکلفی میں دوسری گاڑی کو ٹکر نہیں ماری۔ تو آپس کے تعلقات میں بھی احتیاط برتیں۔ ہوا کی طرح بے ضرر ہو جائیں۔

مسلم وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے کسی دوسرے کو نقصان نہ پہنچے۔ پھر بھی ہو جائے تو معافی مانگ لیں۔ بادل، ہوا سب کو اچھے لگتے ہیں تو مجھے آپ کو دیکھ کے کوئی کیوں بُرا محسوس کرے۔ تو دن بدن اپنے آپ سے پوچھیں کیا میں مسلمان ہوئی ہوں۔ اس کے لیئے آپ کو بہت زیادہ فوکس ہونے کی

ضرورت ہوتی ہے۔ تو بہر حال نبی کے دل میں دُکھ تو تھا۔ آپ ان ساری باتوں کو جمع کریں۔ قرآن پڑھنے کے بعد دل میں آگ تو لگتی ہے۔ پھر آپ پگھلتے ہیں، پھر آپکو خواہش ہوتی ہے کہ سب ایمان لے آئیں۔ لیکن طریقۂ کار مناسب ہونا چاہیئے کہ سب بات مان لیں۔ یہ نہ ہو کہ اُسکو چِڑ ہونے لگے۔ سورۃ اعراف آیت 2 میں ہم نے پڑھا کہ اے نبی آپ کے دل میں فضائلِ رسالت کے سلسلے میں کسی قسم کی کوئی تنگی نہیں ہونی چاہیئے کہ آپ نے حق ادا نہیں کیا۔ جب ہدایت کی تڑپ نہ ہونے پہ ہدایت نہیں ملتی تو اللہ اپنے دین والوں کو نہیں پوچھے گا۔ ہاں اگر کوشش نہیں کی پھر اللہ ضرور پوچھے گا۔ پہنچا دیجیئے پھر اللہ سے دعا کیجیئے۔

اب یہاں تھوڑی سی تقدیر کی بات ہے

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿١٠٠﴾

کوئی متنفس اللہ کے اذن کے بغیر ایمان نہیں لا سکتا، اور اللہ کا طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے وہ ان پر گندگی ڈال دیتا ہے ۔

یہ ہے تتِمّہ۔ اس بات کا کہ نبیوں کی اتنی طلب اور تڑپ کے باوجود لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے۔ اس سوال کا جواب ہے کہ دلوں میں گندگی تھی، دینا کی گندگی، بُغض، کینہ، حسد، باپ دادا کے ہزاروں بُت سجائے ہوئے تھے۔ تو جن لوگوں کے دلوں میں کفر اور نفاق کی گندگی ہوتی ہے اُن پر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

بارش کو سامنے رکھ لیں تو بات سمجھ آجائے گی۔ بارش کو اگر کوئی شعور دے دے تو اُس کا کیا دل کرتا ہے کہ ساری دنیا کی گندگی صاف ہو جائے۔ ہر طرف ہریالی آجائے۔ پھولوں پہ بہار آجائے۔ اب بارش پھولوں کی کیاری پہ پڑی تو خوشبو نکلے گی۔ ہو سکتا ہے سوکھی زمیں پہ پڑے تو کچھ دنوں کے بعد اُس میں سے سبزہ اُگ آئے۔ لیکن کوڑے کے ڈھیر پہ بارش پڑے گی تو بدبو کے بھبھوکے آئیں گے۔ یہی بات اِدھر ہے۔

کچھ لوگوں کے دل پہ وحی کی بارش پڑتی ہے، جو پہلے سے نیکیوں کی فصلیں تھیں اُن پہ اور بہار آجاتی ہے، اور کِھل جاتی ہیں، اوپر کی مٹی صاف ہو جاتی ہے۔ دوسری قسم کے لوگ جن پہ بارش پڑتی ہے، وہ پہلے نیکیاں نہیں کر رہے تھے لیکن اندر ایمان کا بیج تھا تو وحی کی بارش نے اُنکے اندر ایمان کا پودا لگا دیا۔ چھوٹی چھوٹی کونپلیں اُگتی ہیں اور پھر ایک دن مضبوط درخت بن جاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو دین پہ آنے سے پہلے بظاہر دین دار نہیں ہوتے۔

اِس کو اپنے اوپر لے کے سوچیں، آپ میں سے کوئی یہاں آنے سے پہلے بھی دین کے کام کر رہا تھا لیکن اب وحی کی بارش نے اُسے اور نکھار دیا۔ کچھ ایسے بھی ہونگے کہ اندر ڈر تھا، پیار بھی تھا لیکن عمل نہیں کرتے تھے تو اُنکی مثال دوسری ہے۔ کہا اندر ایمان چُھپا ہوا تھا اور اب اُس پہ عمل ہو رہا ہے۔

لیکن تیسری مثال اللہ نہ کرے کہ ہم میں سے کسی کی ہو۔ کہ قرآن سُنے اور کہہ دے کہ بس اور نہیں چاہیئے۔ اور گناہوں پہ شیر ہو۔ اب تک کے گیارہ پاروں میں آپکو کوئی ایسی اجازت نظر آئی۔ کوئی ایک ایسی تسلی کی بات سُنی کہ کرلو گناہ کوئی بات نہیں۔ تو قرآن ایسی کوئی بات نہیں سکھاتا۔ یہی نبیوں کا

پیغام تھا۔ اللہ ہمیں اس پہ عمل کرنے والا بنائے۔ اب جو ہدایت کتابوں سے ملتی تھی اُسکا دروازہ بند اور کہا کہ اب کائنات کی ہدایت پہ غور کرو۔ اگر کتاب پڑھ کے اللہ نہیں ملا اُسکی کائنات کو دیکھو۔

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠١﴾

اِن سے کہو "زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اسے آنکھیں کھول کر دیکھو" اور جو لوگ ایمان لانا ہی نہیں چاہتے ان کے لیے نشانیاں اور تنبیہ کتابیں آخر کیا مفید ہو سکتی ہیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ اگر یہ کتاب اچھی نہیں لگتی تو جاؤ گھومو، پھرو۔ جاؤ موج کرو حالانکہ وہاں بھی جو بھی نعمتیں تمہیں مل رہی ہیں وہ بھی اللہ ہی کی ہیں۔ لیکن جس کو کتابِ ہدایت سے فائدہ نہیں ہوا، اُسکو کائنات سے بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ اور اسی طرح یہاں الْاٰيٰتُ سے مُراد اللہ کی پکڑ کے ڈراوے بھی ہیں۔ زندگی میں آنے والے دُکھ، بیماریاں، اولاد کی نافرمانیاں، بچے کا مر جانا، اپنی ذات پہ کسی الزام کا لگ جانا۔ ہر وقت کہیں نہ کہیں کوئی چوٹ تو پڑتی ہے، تو اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ایسے لوگ اس سے بھی نہیں سمجھتے کہ اللہ نے مجھے اس پکڑ میں کیوں رکھا۔ ایسے لوگوں کا حال کیا ہے۔

فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾

اب یہ لوگ اِس کے سوا اور کس چیز کے منتظر ہیں کہ وہی برے دن دیکھیں جو اِن سے پہلے گزرے ہوئے لوگ دیکھ چکے ہیں؟ اِن سے کہو "اچھا، انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں"

یعنی نبیؐ کی ناقدری کی، قرآن کی تکذیب کی تو کیا یہ اُسی عذابِ استحصال کے منتظر ہیں۔ جس میں قوموں کو جڑوں سے ختم کر دیا جاتا تھا۔ قومِ نوح، قومِ صالح، قومِ ھود، قومِ لوط کی طرح انکی نسلیں ختم ہو جائیں۔ کیا یہاں نبیؐ کو یہ کہا جارہا ہے کہ میں بھی انتظار کرتا ہوں اور تم بھی انتظار کرو کہ کب تم پہ پکڑ آتی ہے، کب عذاب آتا ہے، کب بدر میں گرائے جاوگے تو یہاں یہ مُراد نہیں ہے۔ یہ ایک محاورہ بھی ہے کہ جیسے آپکے باربار کہنے سے کوئی آپکی بات نہ مانیں تو آپ دُکھی دل سے کہیں گے دیکھو اب تمہارے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ انسان لاشعوری طور پر سوچتا ہے کہ جب کوئی آپکی اچھی بات نہیں مان رہا تو وہ اب اس کے بُرے اثرات بھگتے۔ تو یہاں بھی بُرے اثرات کو بھگتنے کی دھمکی ہے۔ کہ ہدایت کو چھوڑتے ہو، نبیؐ کو نہیں مانتے تو نہ مانو، اب دیکھو کہ آگے جاکے تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ اللہ نے یہاں دھمکی دے نبیوں اور دین کی دعوت دینے والوں کے بارے میں اپنی سُنت بتادی۔

ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾

پھر (جب ایسا وقت آتا ہے تو) ہم اپنے رسولوں کو اور اُن لوگوں کو بچالیا کرتے ہیں جو ایمان لائے ہوں ہمارا یہی طریقہ ہے ہم پر یہ حق ہے کہ مومنوں کو بچالیں ۔

جُھٹلانے والوں کا جُھٹلانا رسولوں پہ اثر انداز نہیں ہوا۔ اللہ حضرت نوحؑ کو جنت میں جنت کے درجوں سے اس لیئے محروم نہیں کریں گے کہ آپ کے اوپر صرف ساٹھ ستر (60،70) لوگ ایمان لائے۔ حضرت لوطؑ اللہ کے اتنے پیارے نبی، اُن پر ایک بھی مرد ایمان نہیں لایا تھا۔ صرف دو عورتیں ایمان لائیں تھیں اور وہ اُنکی بیٹیاں تھیں۔ اپنی بیوی نہیں مانی کیوں کہ نفس کی خواہش بہت بُری ہوتی ہے۔

ثُمَّ۔ تھوڑی دیر ہی سہی۔ یہ بھی عربی کا ایک بہت خوبصورت نقطہ ہے۔ ایک ہوتا ہے 'فَا' فوراً۔ نزدیک کا مستقبل اور ثُمَّ دور کا مستقبل کہ کوئی بات نہیں ساڑھے نو سو سال ہی تھے نا، گزر گئے۔ نبی نے تیرہ سال لگائے، گزر ہی گئے نا، آخری انجام تو رسولوں کا اچھا ہوا۔ چیزیں اپنے انجام سے پہچانی جاتی ہیں۔

ہم سب اپنی کوششوں کا رزلٹ دیکھیں گے تو پھر ہی پتہ چلے گا کہ کامیاب ہیں یا نہیں۔

حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اس آیت کو پڑھ کے تو ہاتھ ٹھنڈے ہونے لگتے ہیں۔ کوئی بندہ اللہ کے اوپر حق نہیں جتلا سکتا۔ وہ کہے کرواسے، تمہیں کرنا ہوگا۔ وہ لَم يَلِدو لَم يُو لَد، ہے، وہ صَمَد ہے، بے نیاز ہے۔ وہ خود کہتا ہے کہ یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں ایمان والوں کوں نجات دوں۔ حضرت نوح کے ساتھ ٹوٹی پھوٹی کشتی میں بیٹھے لوگوں کو نجات دے دی۔ حضرت ابراہیم کو آگ میں نجات دے دی، حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ سے نجات دے دی، دریا سے بنی اسرائیل کو نجات دے دی تو یہ اللہ کے وعدے ہیں۔ اللہ ایمان والوں کا آخری انجام اچھا کرتا ہے۔ ایسے لوگ جو اللہ تعالیٰ کی بات مانتے تھے بچا لیئے گئے۔ حضرت لوطؑ اپنی دو بیٹیوں کو لے کے نکلے۔ عمورا اور سدوم نام کی بستیوں سے ایک بندہ بھی اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکا۔

میرے اور آپکے لیئے اس میں عمل کا نقطہ کیا ہوا؟ کہ اپنی اپنی فکر کریں۔ ساری دنیا بھی آپ کے کام سے ناخوش ہے تو آپ اپنی موت کو یاد کریں، اپنی قبر کو یاد کریں کہ میرے ساتھ کل کیا ہوگا۔ میں کل اللہ کے سامنے جب جواب دہ ہوں گی تو کیا منہ دکھاؤں گی۔ Peer Pressure کا شکار ہو کے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اب کیا کریں لوگوں کو بھی تو خوش کرنا ہے۔ اب آخری آیتوں میں عقیدۂ توحید کو راسخ کیا

جارہاہے۔کیوں کہ دین کے راستے میں جمنے والی چیز عقیدۂ توحید ہے۔ جتنا اللہ سے تعلق مضبوط ہو گا، ہر قسم کی مخالفتوں کا مقابلہ کر لیں گے۔

قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنۡ كُنۡتُمۡ فِیۡ شَكٍّ مِّنۡ دِیۡنِیۡ فَلَاۤ اَعۡبُدُ الَّذِیۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلٰـكِنۡ اَعۡبُدُ اللّٰهَ الَّذِیۡ یَتَوَفّٰٮكُمۡ ۖۚ وَاُمِرۡتُ اَنۡ اَكُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۙ﴿۱۰۴﴾

اے نبیؐ! کہہ دو کہ لوگو، اگر تم ابھی تک میرے دین کے متعلق کسی شک میں ہو تو سن لو کہ تم اللہ کے سوا جن کی بندگی کرتے ہو میں ان کی بندگی نہیں کرتا بلکہ صرف اسی خدا کی بندگی کرتا ہوں جس کے قبضے میں تمہاری موت ہے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہوں ۔

قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ یونیورسل کال ہے۔اے نبی سب کو کہہ دیں صرف عربیوں کو نہیں عجمیوں کو بھی کہہ دیں، صرف مسلمانوں کو نہیں کافروں کو بھی کہہ دیں۔ سورۃ کے شروع میں ایمان بالرسالہ پہ بات تھی۔لوگوں نے اللہ کے نبیؐ کو کتنا ستایا اور اب آخر میں فیصلہ کن انداز میں نبیؐ سے کہلوا رہے ہیں کہ یہ جو تم مجھ پہ دباؤ ڈال رہے ہو کہ میں کچھ تو اپنے اندر نرمی لاؤں، کچھ اپنا پوائنٹ آف ویو بدل لوں کچھ تمہارے ساتھ سمجھوتہ کرلوں تو میں تو تمہارے پریشر میں آنے والا نہیں۔ایک محاورہ ہے

If you can't beat them, join them۔تو یہ نہیں ہو گا۔

آج لوگ یہی کہتے ہیں کہ اگر وہ تمہاری نہیں مانتے تو تم اُن کی مان لو۔کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے تو بات بڑے جوش سے شروع کی لیکن پھر خاموش ہو گئے۔تو خاموش وہی ہوتا ہے جسے اپنے مؤقف کا یقین نہیں ہوتا۔تو جب ہمیں خود یقین نہیں ہے کہ ہمیں کیا دولت مل رہی ہے اور اسلام کی

خوبصورت دولت ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اگر ہمیں اس کا یقین نہیں ہے تو پھر یاد رکھیں دوسروں کو ہم کچھ نہیں دلا سکتے۔ استقامت کی بات کام کرتی ہے۔ ہماری سوچ میں بھی یہ لفظ يَتَوَفّٰكُمْ نہیں آ سکتا۔ اتنی بات کافی تھی کہ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ۔ جن کو تم پوجتے ہو میں اُنکو نہیں مانوں گا۔ میں تو اللہ کو پوجوں گا۔ یہ يَتَوَفّٰكُمْ کیوں کہا؟ تو موت یاد دلائی۔ آج دینا میں اپنی من مانیاں کر لو۔ اُس وقت کیا ہو گا جب فرشتے تمہاری جان قبض کرنے آئیں گے۔ تم بھی فرعون کی طرح موت کے فرشتے کو دیکھ کے کہو گے، "میں ایمان لایا"۔۔ نبی کریمؐ نے کہا کہ تم اپنا معاملہ جانو۔ میں تو اس سے دور ہوں۔ نبیؐ کے ذریعے آج ہم سب کو بھی یہ حکم ہے کہ میں مومن رہوں، میں اللہ کے حکموں کو مانوں!

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٥﴾

اور مجھ سے فرمایا گیا ہے کہ تو یکسو ہو کر اپنے آپ کو ٹھیک ٹھیک اِس دین پر قائم کر دے، اور ہرگز ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہو۔

2۔ یہ دوسرا حکم ہے میں یکسو ہو جاؤں اس دین کی طرف

3۔ مجھے اللہ نے کہا کہ آپؐ Peer Pressure کا شکار نہ ہوں، اللہ کو اپنا مرکز بنائیں، وہی مقصود، وہی مطلوب، اُسی سے پیار، لوگ نہیں مانتے نہ مانیں۔ آپ بس اللہ کی بات مانتے جائیں۔ شرک نہ کریں۔

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَ لَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٦﴾

اور اللہ کو چھوڑ کر کسی ایسی ہستی کو نہ پکار جو تجھے نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے نہ نقصان اگر تو ایسا کرے گا تو ظالموں میں سے ہو گا ۔

نبیؐ کا قبلہ درُست ہو رہا ہے کیوں کہ نبیؐ کے قبلے کے ساتھ اُمت کا قبلہ خود بخود درُست ہو گا۔ مجھے اور آپکو مخالفتوں کے سامنے کیا کرنا ہے یہ اُسکا جواب ہے۔ آج ہمارے سامنے بھی وہی خاندان، برادریاں، رشتے دار ہیں جو اللہ کے نبیؐ کے سامنے تھے۔ تو کہا دوٹوک بات کر دو۔ صرف دھمکیاں نہیں دینی کہ یہ کر دوں گی یہ نہیں کروں گی۔ ہدایت کے سفر پہ جب چلیں تو یہ نہ دیکھیں کہ لوگ اچھا کہہ رہے ہیں کہ بُرا کہہ رہے ہیں۔ اپنے بارے میں دوسروں سے رائے نہ لیا کریں۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾

اگر اللہ تجھے کسی مصیبت میں ڈالے تو خود اس کے سوا کوئی نہیں جو اس مصیبت کو ٹال دے، اور اگر وہ تیرے حق میں کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو پھیرنے والا بھی کوئی نہیں ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے اور وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

اگر یہ آیت ہمارا عقیدہ بن جائے تو ہم کبھی لوگوں کو خوش کرنے کے لیئے ہدایت کو نہ چھوڑیں۔ یہ آیت پیچھے بھی گُزری ہے اور آگے بھی آئے گی۔ میری پسندیدہ آیتوں میں سے یہ ایک آیت ہے۔

عموماً انسان ہدایت کے راستے سے گمراہ کیوں ہوتا ہے؟ اُن سے فائدہ لینے کی اُمید سے اور اُن کی طرف سے نقصان پہنچنے کے خوف سے۔ اور ایسا ہی ہوتا ہے۔ میرے بچوں کے رشتے کیسے ہونگے، مجھے کون پوچھے گا، میں تنہا رہ جاوں گی۔ تو اللہ کہتا ہے تم پھر لَا اِلٰہَ الا اللہ دل کی گہرائی سے پڑھ لو۔ ساری دنیا

تمہیں نفع دینے کی کوشش میں ہو تو ایک لمحہ کی خیر نہیں دے سکتی اگر اللہ نہ چاہے تو۔ اور اگر اللہ چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا۔

آپ اپنے بچوں کو اپنی نظر میں سوچیں۔ تمام رشتوں میں سب سے زیادہ ماں باپ اپنے بچوں کی خیر کے حریص ہوتے ہیں۔ ماں باپ کبھی بھی اپنے بچوں کے بارے میں بُری بات نہیں سوچ سکتے۔ اسکے باوجود کیا ماں باپ کی موجودگی میں بچوں کو صدمے نہیں پہنچتے۔ کیا بچے چلتے چلتے گرتے نہیں۔ ماں باپ کے سامنے بچوں کو چوٹیں لگتی ہیں کیوں کہ بچوں کے فائدے اُنکے اختیار میں نہیں ہیں۔ ایک بات یاد آگئی کہ اگر اللہ انسان کے ہاتھ میں قلم دے دے اور کہے کہ اپنی تقدیر لکھو تو آپ کیا لکھیں گے۔ ایک ماں نے کہا میں لکھوں گی کہ اے اللہ میرے بچوں کو کبھی کوئی غم نہ آئے۔

غم پھر بھی آتے ہیں۔ آپ خانہ کعبہ میں احرام کی حالت میں رو رو کے دعائیں کریں کہ اے اللہ میرے بچے کو کبھی کوئی تکلیف نہ آئے، اگر آنی ہے تو آئے گی۔ کچھ بچوں کو خوشیاں ہی ماں باپ کی زندگی کے بعد ملتی ہیں۔ کچھ گھروں میں کسی کا باپ نہیں تو کسی کی ماں نہیں۔ تو وہ بچے زیادہ کامیاب ہیں اُنکی بنسبت جنکے باپ موجود ہیں۔ ہمارا ایمان ہونا چاہیئے کہ اگر یہ خیر مجھے ملنی ہے تو مل کے رہے گی۔ ہر وقت کے وسوسے دلوں سے نکال دیں کہ کہیں میرا گھر نہ چھن جائے، کہیں یہ چیز نہ مجھ سے چلی جائے۔ سکون، اطمینان رکھیں کہ اگر میری ہے تو کوئی نہیں لے گا۔ آج گیارہ پارے پورے ہونے پہ اللہ اس نقطے پہ آپ سے پوچھ رہا ہے کہ بتاؤ! کیا یقین ہے؟

مومن اس لیئے مطمئن رہتا ہے۔ کہ مل گئی تو ٹھیک ہے اور نہ ملی تو بھی کوئی بات نہیں، اس سے اچھی ملے گی۔ میرا اس بات پہ موت کی طرح یقین ہے کہ جیسے موت برحق ہے کہ اگر اللہ میرے ہاتھ سے

کوئی چیز چھینتا ہے تو اُس سے اچھی دیتا ہے۔ یہی بات اللہ کے نبی ؐ کی حدیث کی دعا ہے۔۔۔ اے اللہ کوئی روک نہیں سکتا اُس چیز کو جو تو دینا چاہے اور کوئی دے نہیں سکتا جو تو نہ دینا چاہے۔ اور مال، دولت، عزت، شہرت والے کو اُسکی یہ چیزیں فائدہ ہی نہیں دے سکتیں جب تیرا ارادہ نہ ہو۔

اپنے اندر سکون لائیں۔ جو رشتے ہونے ہیں وہ اپنے وقت پہ ہو کے رہیں گے۔ جو نوکریاں مردوں کو ملنی ہیں ملیں گی۔ انشاءاللہ۔ جو اللہ نے آپکے کام کرنے ہیں وہ ہو کے رہیں گے۔ ہم یہ اکثر پریشان ہوتے ہیں یہ تو کسی کی بدعا لگ گئی۔ کسی کی آہ لگ گئی، کسی کی نظر لگ گئی۔ پیچھے سفر ہدایت سے اُترنے کا ہے۔ عموماً ہم لوگوں کے خوف سے ہدایت سے دور ہو جاتے ہیں۔ کہ لوگ ناراض ہونگے۔ لیکن اگر ایسا ہوتا تو پھر دین والوں کو تو کبھی خیر ہی نہ ملتی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہتے ہیں کہ تم یقین رکھو۔ اسی طرح کا مضمون ہم آگے بھی پڑھیں گے۔ ایک غیر مسلم ہے اُسکا قول ہے "کہ اس عقیدے نے یعنی یہ عقیدہ کہ اللہ نے مجھے کچھ دینا ہے تو کوئی روک نہیں سکتا اور اگر نہیں دینا تو کوئی دے نہیں سکتا، مسلمانوں کو اتنا جرائت مند کر دیا ہے کہ یہ میدانِ جنگ میں جا کے موت سے لڑنا بھی ناگوار نہیں سمجھتے"

کبھی اس آیت کے بارے میں صحابہ کے واقعات پڑھ کے دیکھیں کہ وہ کیسے ٹوٹ پڑتے تھے۔

دشت تو دشت، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے

بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

ایمان کی حد تک اُنہیں یقین تھا کہ اگر اللہ نے ہمیں یہ دینا ہے تو دے کے رہے گا۔ ایمان بنائیں کہ میری چیز کوئی لے ہی نہیں سکتا۔ آپ اللہ کا کام کریں، اللہ کی مانیں، اللہ آپ کی مانے گا۔ اللہ ہمارا عقیدہ کھول دے۔

قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَکُمُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکُمۡ ۚ فَمَنِ اهۡتَدٰی فَاِنَّمَا یَهۡتَدِیۡ لِنَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیۡهَا ۚ وَمَاۤ اَنَا عَلَیۡکُمۡ بِوَکِیۡلٍ ﴿۱۰۸﴾

اے محمدؐ، کہہ دو کہ "لوگو، تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آ چکا ہے اب جو سیدھی راہ اختیار کرے اس کی راست روی اسی کے لیے مفید ہے، اور جو گمراہ رہے اس کی گمراہی اسی کے لیے تباہ کن ہے اور میں تمہارے اوپر کوئی حوالہ دار نہیں ہوں"

اب یہ آخری الفاظ نبیؐ کی زبان سے کہلوائے جارہے ہیں۔ اب میں تمہیں نہیں روکوں گا، میں نہیں بُلاؤں گا۔ میں کوئی داروغہ نہیں۔ بس یہی ہے کہ تمہیں دل کی زمین سے نکال کے باہر رکھ دوں گا۔

ایک واقعہ ہے کہ ایک آدمی کچھ سونا لے کے اپنے کسی دوست کے پاس گیا اور اُسے کہا کہ مجھے کچھ پیسوں کی ضرورت ہے۔ تم یہ سونا رکھ لو اور مجھے پیسے دے دو۔ جب میں تمہیں پیسے واپس کروں گا تو یہ زیورات لے جاؤں گا۔ اُس شخص نے اُسے پیسے دے دیئے اور سونے کو انتہائی حفاظت کے ساتھ تجوری میں رکھ دیا۔ کافی عرصہ گزرنے کے بعد بھی وہ شخص اپنا سونا لینے نہ آیا۔ ایک دن اُسے کچھ پیسوں کی ضرورت پڑی تو اُس نے سوچا چلو میں نے اُسے پیسے تو دے ہی دیئے ہیں، میں یہ سونا بیچ لیتا ہوں۔ وہ سُنار کے پاس گیا۔ سُنار نے زیورات دیکھے تو کہا "یہ تو سونا ہی نہیں، تمہیں وہ بیوقوف بنا گیا"۔

اب اُس شخص کے پاس کرنے کو تو کچھ نہیں تھا لیکن اُس نے وہ زیورات تجوری سے نکال کے باہر شو کیس میں لگا دیئے۔

ایسے ہی کچھ لوگوں کو آپ اپنے دل کے اندر رکھتے ہیں، اُن سے بڑی لمبی چوڑی اُمیدیں ہوتی ہیں۔ اپنے بچوں سے بھی ایسی ہی اُمیدیں ہوتی ہیں۔ دن رات اُن کے لیئے تڑپتے ہیں، بے چین ہیں۔ کبھی آپکو لگتا ہے کہ وہ محنت نہیں کرتے تو آپ محسوس کرنے لگتے ہیں کہ اس نے کچھ نہیں کرنا۔ اس نے کبھی بھی ڈاکٹر نہیں بننا۔ تو ایسے وقت میں آپ کیا کریں کہ اُسکو دل سے نکال دیں۔ دل سے محبت نکال دیں۔ ورنہ آپ تڑپیں گے، روئیں گے۔

اللہ بھی ایک خاص حد تک مجھے اور آپکو بُلاتا ہے۔ ہر کوئی اپنا نام لے کے سوچے کہ کیا اب ہمارے اندر کوئی حجت رہ گئی ہے انکار کی۔ اللہ ایک خاص حد تک علم سیکھنے اور سکھانے کا موقع دے گا۔ ابھی بھی ہم بھٹک سکتے ہیں۔ جو بھٹکے گا، اُسکا وبال اُسکی اپنی جان پہ پڑے گا۔ فرق کیا پڑے گا، آپ کی کرسی پہ کوئی اور آجائے گا۔ اگر آپ اکڑیں گے تو کوئی اور آجائے گا۔ راتوں کو رویا کریں، اپنے لیئے دعائیں مانگا کریں۔

نبی اور اُستاد ساری زندگی نہیں رہتے۔ ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے۔ اب ماں باپ ہیں بھی تو دور ہیں۔ کوئی تڑپنے والا نہیں۔ ہمارے والد صاحب کہا کرتے تھے کہ "درخت اپنی جڑوں پہ کھڑا ہوتا ہے، باہر کی ہوائیں اُسے ہرا بھرا نہیں کرتیں"۔ تو اگر میرا دل ابھی اس نیک کام کی طرف نہیں آیا تو جھوٹے سہارے کوئی فائدہ نہیں دیں گے۔ اپنے آپ کو ہر اُس کام پہ لگائیں جو آپکو فائدہ دے۔ آپ نے ایک ڈوری لکھنے کی لگائی، ایک ترجمہ یاد کرنے کی، ایک تجوید کی تو یہ ڈوریاں آپکو باندھ دیں گی۔ آج اگر

آپ دنیا کی سب سے بڑی یونیورسٹی میں بھی بیٹھے ہوتے تو آپکو فرشتوں کی دعائیں نہیں ملنی تھی، مچھلیاں آپکے لیئے دعائیں نہ کرتیں۔ بخاری کی حدیث ہے کہ جو علم کے راستے پہ نکلتا ہے سارے سمندر کی مچھلیاں، ساری فضاؤں کے پرندے اُسکے لیئے بخشش کی دعائیں کر رہے ہوتے ہیں۔ یہاں سے کیوں برکت ملتی ہے۔ کیونکہ یہ اللہ کا کام ہے۔

وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿١٠٩﴾

اور اے نبیؐ، تم اس ہدایت کی پیروی کیے جاؤ جو تمہاری طرف بذریعہ وحی بھیجی جا رہی ہے، اور صبر کرو یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کر دے، اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

ایسے لگتا ہے کہ یہ بات اللہ نے مجھے کہہ دی۔ دوسروں کو تو بڑی باتیں کرتے ہیں یہ نہ ہو کہ خود ہی بیٹھ جائیں۔ آپ کی زندگی کے کچھ اور ہی مشغلے ہو جائیں۔ اللہ کوئی ایسی نعمت دے دے کہ جس میں کھو کے آپ اللہ کو چھوڑ دیں۔

اللہ سے پورے یقین کے ساتھ یہ دعا مانگا کریں کہ اے اللہ وہ نعمت دینا جس کے ساتھ تیرے دین کی نعمت قائم رہے۔ کوئی ایسی نعمت جو مجھے تیرے دین سے دور کر دے مجھے نہیں چاہیئے۔ تیری اتباع چاہیئے۔ اللہ کے نبیؐ کو اس آیت میں خبر دی گئی ہے کہ آپؐ کے قریبی رشتہ دار ڈیڑھ سال بعد بدر کے کنوئیں میں گرا دیئے جائیں گے۔ یہ واقعات تو آپ نے قرآن میں پڑھے ہیں لیکن اگر آپ انہیں نبیؐ کی زندگی اور دل کے ناتے سے پڑھیں تو میں اپنے ذہن سے بتاتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ اللہ کے نبیؐ تو رو ہی پڑے ہوں گے۔ یہ يَحْكُمَ اللَّهُ کی خبر مشرک رشتہ داروں کی موت کی خبر تھی جو بدر میں

مارے جانے تھے۔ سورۃ یونس کے بعد آپؐ کو تو اللہ ہجرت کرواکے مدینہ لے کے جارہاہے۔ اسکے بعد ناقدری کا وبال چکھنا ہے۔ جتنے بھی لوگ بدر میں مارے گئے اُن میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں تھا جس کے دل میں ایمان تھا۔ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ۔ اللہ کبھی خیر والے بندے کو آگ میں نہیں ڈالے گا۔

یہ تھی سورۃ یونس۔ انتہائی اُداس کرنے والی۔ آج صُبح سے دل اُداس تھا کہ اللہ کے نبیؐ کا دل کتنا اُداس ہوتا ہو گا۔ ہم تو دنیادار لوگ ہیں۔ چند گھنٹے نکال کے آجاتے ہیں۔ باقی سارا وقت پھر دنیا، دنیا۔ نبیؐ کو تو مشن ہی یہی تھا۔ تو اُنکو کتنا دُکھ ہوتا ہو گا۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ لوگو! اگر تمھیں پتہ چل جائے کہ جو کل ہونے والا ہے، جو مجھے دِکھ رہا ہے، تو اس دینا میں تمہاری رہی سہی کشش ختم ہو جائے، تم بستروں سے لذت اُٹھانا چھوڑ دو۔

یہ وہ تبدیلی ہے جو قرآن دلوں میں لاتا ہے۔ جب خاموش اُداسی دل میں آتی ہے تو پھر اصل خوشیاں آتی ہیں۔ دل جتنا دنیا سے خالی ہو گا اُتنی اللہ کے لیئے جگہ بنے گی۔

تو اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ہمارے دلوں کو بدل دے۔ آمین